ان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

بنام مینیجر الفضل

ایڈیٹر غلام نبی

فی پرچہ ایک آنہ

اخبار ہفتہ میں دو بار

الفضل

قادیان

قیمت سالانہ پیشگی ... ششماہی للعہ سہ ماہی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۱۰۹ | مورخہ ۱۱ رمئی سنہ ۱۹۲۶ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۸ شوال سنہ ۱۳۴۴ | جلد ۱۳

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طبیعت آج (۸ رمئی) صبح خراب تھی۔ معدہ میں درد تھا۔ اور کسی قدر بخار تھا۔ اس وقت ۴ بجے شام خدا کے فضل وکرم سے طبیعت اچھی ہے +

جمیعۃ خلافت کا جو جلسہ دہلی میں ہو رہا ہے۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے جناب مفتی محمد صادق صاحب و جناب حافظ روشن علی صاحب کو بھیجا ہے۔ جو لاہور سے ہی تشریف لے گئے ہیں +

جناب چودھری فتح محمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ نے اپنی رخصت بیماری ختم ہونے کے بعد اپنے صیغہ کا چارج لے لیا ہے +

۸ رمئی بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے چودہری محمد سعید صاحب خلف خان بہادر چودہری محمد دین صاحب ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ کا نکاح عزیزہ بیگم بنت چودہری غلام حسین صاحب سعید پوش سے پانچ ہزار

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی لاہور میں

۳ رمئی سنہ ۱۹۲۶ء بعد نماز ظہر و عصر ایک صاحب نے جن کا نام بابو محمد علی صاحب ٹرین کلرک مغل پورہ سٹیشن ہے بیعت کی۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے ڈاکٹر محمد عبد الحق صاحب کو جو کہ جناب ڈاکٹر کرم الہٰی صاحب کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں شرف ملاقات بخشا۔ اور چونکہ حضور کو اس دعوت چاء میں شامل ہونا تھا۔ جو حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے برادر خورد نواب ذو الفقار علیخاں صاحب نے اپنی کوٹھی پر حضور کو دی تھی۔ اس لئے تھوڑی دیر کے بعد وہاں تشریف لے گئے۔ واپسی پر مسٹر عبد الرزاق صاحب بیرسٹر برادر زادہ شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم اور ملک غلام محمد صاحب سے ملاقات کی +

مغرب و عشاء کی نماز کے بعد ایک صاحب مسٹر محمد یوسف اندرون موچی دروازہ لاہور نے بیعت کی اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ معہ خدام بابو عبد الحمید صاحب ریلوے آڈیٹر کے ہاں دعوت پر تشریف لے گئے۔ شیخ صاحب نے تیس کے قریب آدمیوں کی دعوت کی تھی۔ دعوت سے واپس آنے پر ڈاکٹر نور محمد صاحب کو حضور نے ملاقات کا موقعہ دیا +

۴ رمئی کو کالجوں کے احمدی طلباء کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف بخشا۔ اور چند ضروری نصائح فرمائیں۔ اسی سلسلہ میں احمدیہ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ صوفی غلام محمد صاحب سے فرمایا۔ ایک اس قسم کا رجسٹر ہوسٹل کے متعلق رکھا جائے۔ جس سے معلوم ہو سکے۔ کہ ہر سال کتنے احمدی طلباء ہوسٹل میں داخل ہوتے اور کتنے امتحان دے کر چلے جاتے ہیں۔ تا معلوم ہوتا رہے۔ کہ طلباء میں کس رفتار سے ترقی ہو رہی ہے۔

۵ بجے کے قریب حضور احمدی احباب چھاؤنی لاہور کی درخواست پر ان کے ہاں دعوۃ چاء پر تشریف لے گئے چند اور اصحاب بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ احباب چھاؤنی لاہور نے چاء بسکٹ اور پھلوں سے دعوۃ کی۔ جس کے بعد

ڈاکٹر محمد رمضان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ اور ڈاکٹر عبد العزیز خانصاحب نے اپنی ایک نظم سنائی۔ اس کے بعد حضور نے تقریر فرمائی۔ اور واپس لاہور تشریف لے آئے ۔

۵ مئی صبح سات بجے کے قریب شیخ مولا بخش صاحب لائل پوری حضور کی ملاقات کے لئے آئے۔ پھر ڈاکٹر نور محمد صاحب بعض ان اعتراضات کے جواب پوچھتے رہے۔ جو آریہ اسلامی مسائل پر کرتے ہیں۔ اسی دوران میں راجہ رحیم اللہ خان صاحب خلف خان بہادر راجہ پائندے خاں صاحب مرحوم دارا پوری سے حضور نے ملاقات کی ۔

۳ بجے کے بعد ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب سے ملاقات کے لئے حضور تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس آنے پر دفتر سکرٹریٹ کے دو معزز اہلکاروں سے مختلف مسائل پر گفتگو فرمائی ۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی لاہور سے واپسی

۵ تاریخ رات کے ۹ بجے کی گاڑی پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ لاہور سے واپس روانہ ہوئے سٹیشن پر بہت سے احباب حضور کو الوداع کہنے کیلئے موجود تھے۔ پھولوں کے ہار حضور کے گلے میں ڈالے گئے مغل پورہ سٹیشن پر چھاؤنی لاہور اور موضع گنج کی جماعتوں کے احباب شرف ملاقات کے لئے موجود تھے۔ امرت سر سٹیشن پر امرت سر کے احباب نے ملاقات کی سٹیشن بٹالہ پر جماعت احمدیہ بٹالہ کے اصحاب نے چارپائیوں وغیرہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ حضور نے معہ خدام رات کا بقیہ حصہ سٹیشن پر گذارا۔ اور صبح روانہ ہو کر دارالامان رونق افروز ہوئے ۔

علاقہ سندھ میں کامیاب مباحثہ

(تار بنام الفضل)

زیر انتظام ماسٹر محمد بریلی صاحب موضع کمال ڈیرہ میں مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اور چار حنفی علماء کے درمیان مباحثہ ہوا۔ جس میں مولوی محمد ابراہیم صاحب کو کھلی کامیابی حاصل ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک غیر احمدی نے علی الاعلان حنفی علماء کو مخاطب کر کے کہا۔ چونکہ تم لوگ اپنے حجروں سے باہر نہیں نکلتے۔ اس لئے ان اعتراضوں اور حملوں سے

واقف نہیں۔ جو ہماری تفسیروں کے ذریعہ اسلام پر کئے جاتے ہیں ۔

اخیر میں سامعین نے ان دلچسپ تقریروں پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ جو مولوی بقاپوری صاحب نے ان کی درخواست پر کیں۔ اور دو آدمی احمدیت میں داخل ہوئے ۔

چندہ خاص اور قابل تقلید نمونہ

(۱) چندہ خاص کی تحریک پڑھی۔ یہ تحریک کیا ہے۔ دلوں کو ہلا دینے والی۔ سوتوں کو جگا دینے والی۔ ایمانوں کو غفلتوں کے لحافوں سے کھینچ کر باہر لانے والی۔ بزدلوں کو بہادر مومن۔ اور مومن کو مقرب باللہ کرنے کی آسمانی قرنا تھی۔ جس کے پڑھنے سے میرے دل کی کیفیت یہ تھی۔ کہ میرا دل مجھے بار بار ملامت کرتا تھا۔ اور اس کا ایک ایک لفظ میرے دل کے زنگ سانچ کر صاف کر رہا تھا۔ میرا ضمیر مالی کمزوری کی حالت میں مجھے کہتا تھا۔ کہ اس بڑھیا کی طرح جو سوت کی ایک اٹی لے کر یوسف کے خریداروں میں نام پا گئی۔ تو بھی اپنے یوسف کی آواز پر لبیک کہتا ہوا حاضر ہو جا۔ اور دست بستہ عرض کر کہ برگ سبز است تحفہ درویش شاید تو بھی اپنے آقا کے غلاموں کی سلک میں منسلک ہو جائے۔ اور تیرا بھی تعلق باللہ ہو کر تیرے دینی دنیوی مشکلات کا حل ہو۔ بس بامید لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ یہ عہد کرتا ہوں۔ کہ اس ماہ کی کل آمد خواہ وہ فیس ہو یا قیمت ادویہ سب کی سب دو ماہ میں ادا کر دوں گا۔ یہ اس لئے کہ نصف آمد میں میرا خرچ خانگی بھی چلتا رہے گا۔ اور رقم موعودہ بھی ادا ہو جائے گی ۔ محمد قاسم ازلالہ موسیٰ

(۲) حضور کا ارشاد مبارک بابت چندہ خاص چالیس فیصدی پہنچا۔ دل کے ہر ذرہ ذرہ نے اطاعت کے لئے سر تسلیم خم کیا۔ گذشتہ اتوار کو جماعت احمدیہ کیمبل پور نے مطابق حکم حضور والا اپنے اپنے وعدے لکھوا دیئے۔ اور ہر ایک فرد جماعت نے اطاعت کا ثبوت دیا۔ خاص اس شہر میں احمدی احباب کی تعداد صرف تیرہ ہے۔ اور اس ضلع میں باہر تین چار مختلف مقامات پر پانچ چھ دوست ہیں۔ جو یہاں ہی چندے ارسال کرتے ہیں۔ باہر کے احباب میں سے ابھی تک صرف ایک نے وعدہ لکھوایا ہے باقی دوستوں کی طرف سے ابھی تک اطلاع نہیں آئی۔ اس وقت وعدوں کی رقم مبلغ ۷۶۲ روپے ۹ آنے ۶ پائی ہے۔ اور امید کہ انشاء اللہ تعالےٰ باقی ماندہ وعدوں کے وصول ہونے پر کل رقم مبلغ ۵۵۰ روپیہ کے قریب ہو جائیگی الحمد للہ کہ اس نے ہم سب کو توفیق بخشی۔ کہ ہم حکم حضور پر فوراً عمل کریں۔ کئی احباب سے چندہ خاص کی پہلی قسط وصول ہو چکی ہے۔ اور کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ ہر ایک بھائی سے پہلی قسط اس ماہ میں ضرور وصول ہو جائے۔ جماعت کی مالی حالت کمزور ہے۔ ورنہ دل تو خدا کے فضل سے اور حضور کی پاک دعاؤں سے بہت امید ہیں۔ حضور کی دعاؤں کے ہم سب محتاج ہیں۔ تا اللہ کریم ہم کو ہر رنگ میں خاص فضل اور برکت عطا فرمائے۔ اور بیش از بیش سچی قربانیوں کی توفیق بخشے ۔ (اللہ بخش سگنیلر کیمبل پور)

(عبد المغنی ناظر بیت المال)

اخبار احمدیہ

اعلان نظارت دعوۃ و تبلیغ

چونکہ علاقہ ملکانہ میں آریہ سماج نے دوبارہ حملہ شروع کر دیا ہے۔ اور ہر ممکن طریق سے جاہل ملکانوں کو ورغلانے اور اسلام سے متنفر اور منحرف کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور مبلغین کی تعداد اس علاقہ میں بہت ہی کم ہے۔ لہذا اس اعلان کے ذریعہ سے احباب جماعت سے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ جن احباب نے پہلے تبلیغ میں مطلق حصہ نہیں لیا یا پورے طور پر وعدہ وفا نہیں کر سکے۔ وہ حالات حاضرہ کی نزاکت کو مد نظر رکھ کر اب اپنی خدمات آنریری کم از کم تین ماہ کے لئے پیش کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ اور خود میدان ارتداد میں جائیں۔ اور اپنی سابقہ فتوحات کو دشمن کے دست برد سے بچائیں۔ اور جو صاحب خود نہ جا سکیں۔ وہ اپنا قائم مقام بھیجیں۔ یا قائم مقام کے اخراجات فوراً روانہ کریں۔ تاکہ ہم مبلغ کا انتظام کریں ۔

(عبد الرحیم نیر۔ صیغہ دعوۃ و تبلیغ قادیان)

تصحیح

کل مجھے الفضل ملا۔ جس میں میری چٹھی شائع ہوئی ہے۔ اس کی آخیر سطر میں جب میں نے الفاظ "مولوی محمد علی" پڑھے۔ تو مجھے اخلاقاً صدمہ پہنچا۔ کیونکہ گو میں مولوی صاحب کو غلط راستہ پر گامزن سمجھتا ہوں۔ اسی واسطے میں نے ان کی بیعت فسخ کر دی ہے۔ لیکن واللہ مجھے ان کے ساتھ عداوت یا کینہ نہیں ہے۔ لہذا مستدعی ہوں۔ کہ خواہ کاتب کی غلطی سے یا میری چٹھی میں سہو کی وجہ سے مولوی صاحب کے نام کے بعد لفظ "صاحب" رہ گیا ہے۔ دونوں صورتوں میں دوسری اشاعت میں اسکی تصحیح فرما دیں۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔ نعمت خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان - مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۲۶ء

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی صحت کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں!

جیسا کہ احباب کرام کو بذریعہ اخبار معلوم ہو چکا ہے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے گلے اور ناک کی تکلیف کے متعلق ڈاکٹری مشورہ لینے کے لئے حال میں لاہور تشریف لے گئے تھے۔ حضور ایسی حالت میں طبی مشورہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جبکہ گلا اور ناک کی تکلیف بہت بڑھ گئی تھی۔ وہ گلا جو حضور کے چھ چھ گھنٹے مسلسل اور نہایت بلند آواز میں کئی کئی ہزار کے مجمع میں تقریریں کرنے کے باوجود لحن داؤدی بنا رہتا تھا اب تھوڑی سی دیر تقریر کرنے پر بھی سخت تکلیف محسوس کرتا اور حضور کی یہ حالت ہوتی۔ کہ ایک آدھ گھنٹہ بولنے پر بھی گلا بیٹھ جاتا۔ ایسی صورت میں حضور نے ضروری سمجھا کہ اس کے متعلق ڈاکٹری مشورہ کے لئے لاہور تشریف لے جائیں۔ لاہور جا کر جب حضور نے گلے اور ناک کے امراض کے ماہر خصوصی ایک انگریز ڈاکٹر کو ملاحظہ کرایا۔ تو گو اس نے یہ کہا کہ گلے اور ناک میں کوئی تشویشناک مرض نہیں ہے۔ تاہم اس نے یہ ضروری قرار دیا۔ کہ حضور کم از کم دو ہفتہ اونچی آواز کے ساتھ کسی سے گفتگو بھی نہ کریں۔ اور بہت آہستہ بولیں۔ لیکن جیسا کہ ڈاکٹر مذکور نے بھی کہدیا تھا۔ حضور کی ذات والا صفات کے متعلق یہ ایسا علاج تھا۔ جو بہت ہی کٹھن تھا۔ کیونکہ یہ کبھی ممکن ہی نہیں۔ کہ حضور کی خدمت میں کوئی شخص تلاش حق کی غرض سے حاضر ہو۔ حضور سے مکالمت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہو۔ اور پھر حضور اسے موقعہ نہ دیں چنانچہ لاہور میں حضور کے سات یوم کے قیام میں دن رات اس کا ثبوت ملتا رہا۔ یعنی نہ صرف دن میں بلکہ رات کو بھی جس وقت کوئی صاحب حضور کی ملاقات کے لئے آئے اسی وقت حضور نے ان کو موقعہ دیا اور بعض اصحاب سے بہت دیر تک گفتگو فرمائی۔ اور ان کے سوالات کے جواب دیتے رہے پھر یہی نہیں۔ تین موقعوں پر تقریریں بھی فرمائیں۔

ایک تو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس کا فوری اثر حضور کی صحت پر اس قدر پڑا۔ کہ حضور میں کھڑے ہو کر سنتیں پڑھنے کی بھی سکت نہ رہی۔ لیکن جونہی حضور سنتیں پڑھنے کے بعد مسجد سے جائے قیام پر تشریف لیجانے کے لئے کھڑے ہوئے احباب نے مصافحے شروع کر دیئے۔ جس میں آدھ گھنٹہ سے زیادہ وقت خرچ ہوا۔ اور حضور نے اس قدر کمزوری اور ناطاقتی کی حالت میں اپنی جسمانی تکلیف پر اس روحانی مسرت کو ترجیح دی۔ جو اپنے خدام سے ملکر حضور کو ہو رہی تھی۔

دوسرے موقعہ پر حضور نے احمدیہ ہوسٹل میں احمدی طلباء کے مجمع میں تقریر فرمائی۔ طلباء نے اپنی ایسوسی ایشن کے جلسہ میں حضور سے تقریر کرنے کی درخواست کی تھی جسے حضور نے جسمانی کمزوری کی وجہ سے منظور نہ فرمایا۔ اس پر انہوں نے یہ درخواست کی۔ کہ حضور جلسہ میں رونق افروز ہو کر صرف کرسی صدارت کو رونق بخشیں اسے حضور نے منظور فرما لیا۔ لیکن جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے مذہب اور اخلاق کے متعلق تقریر کرتے ہوئے اس خوبی اور عمدگی سے حضور کی توجہ اس مضمون کی طرف مبذول کرائی۔ کہ ان کی تقریر ختم ہونے پر حضور نے اپنی کمزوری اور صحت کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے ایک گھنٹہ تک تقریر فرمائی۔

تیسرے موقعہ پر حضور نے احباب چھاؤنی لاہور کی دعوت چاء و فواکہات پر تقریر فرمائی۔

یہ تو وہ تقریریں ہیں۔ جو حضور نے بلند آواز سے مسلسل دیر تک فرمائیں۔ مگر یہ دراصل ان مصروفیتوں کا ایک قلیل جزو ہیں۔ جو دن رات حضور کے گرد و پیش رہیں۔ اور جنہیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ کہ کس طرح حضور اس قدر کمزوریٔ صحت کے باوجود اس قدر بار اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور دین کی خاطر اپنے آرام کو جو انسانی زندگی کے لئے ایک لازمی اور لابدی چیز ہے فراموش کئے ہوئے ہیں۔

جب علاج کی خاطر تشریف لے جانے کی صورت میں اور اپنی جسمانی کمزوری کے انتہا کو پہنچ جانے اور عموماً ہر وقت علیل رہنے کے باوجود حضور کی مشغولیت اور مصروفیت کا یہ عالم ہو۔ تو کس طرح امید کی جا سکتی ہے۔ کہ حضور اپنے لئے کوئی ایسا وقت بھی پسند فرمائینگے جب اگر بکلی نہیں۔ تو ایک حد تک ہی ان گراں بار امور کو اپنی صحت اور تندرستی کے خیال سے ہلکا کرینگے۔ پھر کیا ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں تک ہم سے ہو سکے۔ ہم حضور کی صحت اور تندرستی کا خیال رکھیں اور اس بات کی ممکن سے ممکن کوشش کریں کہ ہماری وجہ سے حضور کی صحت پر کوئی مضر اثر نہ پڑے۔ اگر احباب کرام مجھے معاف فرمائیں۔ تو میں ان کے جذبات اخلاص و محبت کا پورا پورا احترام کرتا ہوا سب سے پہلے یہ بات عرض کرونگا کہ دوران سفر اور خاص کر اس سفر میں جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بحالئ صحت کے لئے فرمائیں۔ حضور کا کم سے کم وقت اپنے لئے لینا چاہئیے۔ اور وہ بھی ایسی صورت میں جبکہ کوئی بہت اہم اور ضروری کام ہو۔

یہ تو وہ طریق ہے۔ جو ہم ظاہری طور پر حضور کی صحت کے بحال ہونے کے متعلق اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری بات یہ ہے۔ اور یہی حضور کی صحت کمزور رہنے کا سب سے بڑا موجب ہے۔ کہ حضور اپنے خدام کو دین کے لئے قربانی اور ایثار کے جس بلند معیار پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس میں بہت کچھ کمی ہے۔ اور یہ کمی حضور کی صحت پر بہت برا اثر ڈال رہی ہے ہمیں چاہئیے کہ جہاں ایک طرف ہمارے آپس کے معاملات اور تعلقات اس درجہ عمدہ اور بہترین ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودئ مزاج کا موجب ہو سکیں۔ وہاں دنیا کی ہدایت اور احمدیت کی تبلیغ کا جو فرض ہم پر عائد ہوتا ہے۔ اسے بھی اس خوبی کے ساتھ سرانجام دیں۔ کہ ہمارے امام کو ہم سے جو توقعات ہیں وہ پوری ہو جائیں۔ پس میں سمجھتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بحالئ صحت کا طریق یہی ہے کہ جماعت اپنی تعلیم و تربیت اپنے اخلاق و معاشرت اور اپنے عادات و افعال کے لحاظ سے اپنے آپ کو دنیا میں بالکل نمایاں ثابت کر دے۔ اور دین کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی قربانی اور ایثار سے کام لے۔ تا حضور کو دن رات جن تفکرات اور ترددات میں مبتلا رہنا پڑتا ہے۔ وہ اگر دور نہ ہوں تو کم ہو جائیں۔ اگر ایسا ہو جائے۔ تو یقیناً خدا تعالیٰ کے فضل سے حضور کی صحت اچھی ہو جائے۔ کیا احباب یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ایک عرصہ سے سلسلہ کو جو مالی مشکلات در پیش ہیں۔ ان کا کس قدر اثر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت پر پڑ رہا ہے۔ جس شخص کے گھر میں چند افراد فاقہ سے ہوں اسے کسی پہلو چین نہیں آ سکتا۔ تو وہ انسان جو اپنے خدام کے لئے ماں باپ سے بھی زیادہ مشفق ہے اسے ایک طرف مالی مشکلات کے باعث دینی خادموں کی فاقہ کشیوں سے اور دوسری طرف اشاعت اسلام میں سستی اور کمزوری واقعہ ہونے سے جس قدر صدمہ اور تکلیف ہو سکتی ہے۔ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور یہ تکلیف صحت کے لئے جس قدر مضر اور نقصان رساں

ہو سکتی ہے۔ وہ بھی عیاں ہے۔ پس اگر ہماری جماعت چاہتی ہے اور ضرور چاہتی ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو کلی صحت حاصل ہو۔ اگر ہماری جماعت سمجھتی ہے اور یقیناً سمجھتی ہے۔ کہ ساری دنیا سے بڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی صحت قیمتی ہے۔ تو پھر اسے اس کے لئے کوشش بھی کرنی چاہیئے۔ جس کا طریق یہی ہے۔ کہ حضور کی ذات پر کسی رنگ میں اس قسم کا بوجھ نہ ڈالا جائے۔ جو کمزور صحت کو اور کمزور بنا دے۔ میں اس کی تشریح میں کئی باتیں پیش کر سکتا ہوں لیکن اسے میں یہ کہتے ہوئے احباب پر ہی چھوڑتا ہوں۔ کہ انہیں کوئی بات ایسی نہیں کرنی چاہیئے۔ جس سے حضور کے جسم اور روح پر بار اور مشقت پڑتی ہو۔ خواہ وہ بات کتنے ہی اخلاص اور محبت سے کیوں نہ کی جائے۔ اور خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی سے چھوٹی کیوں نہ ہو۔ بلاشبہ ایک آدمی جو ایسی حالت میں حضرت خلیفۃ المسیح کو مصافحہ کے لئے یا کوئی بات عرض کرنے کے لئے روک کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جب کہ حضور کسی جسمانی عارضہ کی وجہ سے نڈھال ہو رہے ہوں۔ کہہ سکتا ہے۔ کہ میں نے تو صرف چند منٹ یا چند سکینڈ وقت لیا ہے لیکن ایک بڑے مجمع میں سے ہر ایک شخص اتنا اتنا وقت لے۔ تو وہ بہت زیادہ بن جاتا ہے۔ اور اس کا اثر یقیناً صحت پر بہت زیادہ پڑ سکتا ہے۔ اس قسم کی باتوں سے ضرور پرہیز کرنا چاہیئے +

دوسرا طریق یہ ہے۔ کہ ایثار اور قربانی سے اور احمدیت کا حقیقی نمونہ بن کر حضور کی دلی مسرت اور شادمانی کا سامان مہیا کرنا چاہیئے۔ اسلامی تعلیم کی پوری پوری پابندی کرنی چاہیئے۔ اشاعت اسلام کے لئے مالی اور جانی قربانی میں روز بروز آگے قدم بڑھانا چاہیئے۔ اخلاق اور معاملات میں دوسروں کے لئے نمونہ ہونا چاہیئے۔ مختصر یہ کہ ہر ایک اس شخص کو جو احمدی کہلاتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کا دم بھرتا ہے۔ خود اسلام کی تعلیم کا نمونہ ہونا چاہیئے اور باقی لوگوں کو اسلامی جھنڈے کے نیچے لانے کے لئے سرگرم کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر آج ہم میں یہ بات پیدا ہو جائے۔ تو دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی علالت جو کئی سال سے مسلسل جاری ہے۔ اور کئی دفعہ نہایت تشویشناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ دور ہو سکتی ہے۔ کیا ہم امید کریں۔ کہ ہماری جماعت اس طرف توجہ کرے گی۔ اور اپنے امام کی صحت کے لئے وہ نسخہ استعمال کرے گی۔ جس کا تیار کرنا اور بنانا اس کے اپنے ہاتھ میں ہے +

ہندوؤں کو گوشت خوری کا مشورہ

گذشتہ دنوں انبالہ میں جو پنجاب پراونشل ہندو کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کے صدر ڈاکٹر مونجے نے اپنے صدارتی ایڈریس میں ایک طرف ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے اور اشتعال دلانے کی کوشش کی۔ اور دوسری طرف انہیں ایسے طریق بتائے۔ جن پر عمل کرنے سے ان میں مقابلہ کی طاقت اور قوت آ سکتی ہے۔ چنانچہ اخبار ملاپ (۴ مئی) لکھتا ہے۔

"ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایڈریس میں تین جگہ کوشش کی ہے۔ کہ ہندوؤں کے اندر مانس بھکشن (گوشت خوری) کے خلاف جو جذبہ ہے۔ اسے نکالا جائے۔ اور دو جگہ تو آپ نے صاف طور پر کہدیا ہے۔ کہ مانس بھکشن کو پاپ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ خصوصاً سناتن دھرمیوں کے متعلق ڈاکٹر صاحب کا نے یہ کہا ہے۔ کہ ان کے تو دھرم شاستروں کے انوسار مانس بھکشن کوئی پاپ ہی نہیں ہے۔ جہاں تک سناتن دھرمی دہرم شاستروں کا تعلق ہے۔ وہاں تک تو ڈاکٹر صاحب کتھن یتھارتھ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس طرح آپت دھرم کے طور پر دو ہوا دوہ کی آپ نے وکالت کی ہے۔ اسی طرح حالات اور واقعات سے مجبور ہو کر آپ نے ہندوؤں کو مانس بھکشن کا مشورہ دیا ہے۔ اس وقت ہندوؤں میں بہتیرے لوگ ہیں۔ جو ہندوؤں کی کمزوری کا باعث ان کا بدھ ازم اور دیا دھرم یا اہنسا کو قرار دیتے ہیں"

اس امر کا ذکر کرتا ہوا "ملاپ" لکھتا ہے:-

"ڈاکٹر مونجے ہندو جاتی کے اصلی اور سچے ڈاکٹر ہیں اور انہوں نے مریض کی نبض کو پہچان لیا ہے۔ اور وہی نسخہ تجویز کر سکتے ہیں۔ جو مرض کو دور کرنے والا اور مریض کو تندرست بنانے والا ہے۔ چاہے مریض چیں بجبیں ہو۔ چاہے ناک بھوں چڑھائے۔ لیکن قابل ڈاکٹر اس کی ناراضگی کی نہیں بلکہ صحت دل تندرستی کی پرواکرتا ہے"

ہندوؤں میں گوشت خوری کو رواج دینا کوئی مشکل بات نہیں۔ پہلے ہی بہت سے لوگ درپردہ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اب اگر کھلم کھلا اجازت ہو۔ اور اسے طاقت ور بننے کیلئے ضروری سمجھا جائے۔ تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کہ ہندو گوشت خوری کے مزے نہ اڑائیں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ جب ہندو دھرم میں گوشت کھانا جائز نہیں سمجھا جاتا۔ اور اس زمانہ میں جس شخص کو ہندوؤں کا نجات دہندہ اور ہندو دھرم کا سب سے بڑا ماہر سمجھا جاتا ہے۔ یعنی سوامی دیانند جی جب انہوں نے بھی گوشت کھانا جائز نہیں قرار دیا۔ تو کیا ہندوؤں کے گوشت کھانے کا یہ مطلب نہیں ہو گا۔ کہ وہ طاقتور بننے کیلئے اپنے دھرم کی بھی کوئی پروا نہیں کرنا چاہتے یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ وہ قوت بازو سے مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دینے یا ان کی زیست کو ناممکن بنا دینے کے لئے اپنے مذہب کو بھی جواب دے دینا چاہتے ہیں +

اس سے مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ہندوؤں میں ان کے خلاف کیا ذہنیت کام کر رہی ہے۔ اور ایسے لوگ کس قدر نقصان رساں ثابت ہو سکتے ہیں +

تعلیم کے متعلق عدم تعاون کی ناکامی

عدم تعاون کے عروج کے زمانہ میں سب سے زیادہ زور اس امر پر دیا گیا تھا۔ کہ کالجوں اور سکولوں کا تعلق گورنمنٹ سے منقطع کر لیا جائے۔ جو کالج اور سکول ایسا نہ کریں۔ ان کو بائیکاٹ کر دیا جائے۔ یہ تجویز جس قدر مہلک۔ اور نقصان رساں تھی۔ اس کا اندازہ ہر شخص بآسانی کر سکتا تھا۔ لیکن جس طرح عدم تعاون کی دوسری تجاویز کے متعلق غور و فکر سے کام لینے کی بجائے اندھا دھند جوش اور عاقبت اندیشی سے کام لیا گیا۔ اسی طرح اس کے متعلق بھی کیا گیا۔ آخر اس کا وہی نتیجہ ہوا۔ جو ہونا چاہیئے تھا۔ اور اب تو یہاں تک حالت پہنچ گئی ہے۔ کہ گاندھی جی نے سرکاری کالجوں کے مقابلہ میں جو کالج قائم کیا تھا۔ اس کی بھی بنیادیں ہل گئی ہیں۔ اور نہ صرف اس میں داخل ہونے والے طلباء کا بہت بڑا حصہ پھر سرکاری کالجوں میں واپس جا چکا ہے۔ بلکہ پروفیسر بھی اس سے بددل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ چند ہی دن ہوئے ایک خبر شائع ہوئی تھی۔ کہ وہاں کے دو پروفیسر مستعفی ہو چکے ہیں۔ اور باقی بھی استعفاء دینے والے ہیں۔ ان کے استعفا کی وجہ یہ بیان کی گئی تھی۔ کہ انہیں گاندھی جی کے عدم تعاون کے اصول پر یقین نہیں رہا۔ عدم تعاون کی ناکامی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ کاش اس تحریک کے متعلق اس وقت غور کر لیا جاتا۔ جب یہ تجویز پیش کی گئی تھی۔ اور اگر اسکے مجوزین میں اس کے متعلق غور و فکر کا مادہ نہ رہا تھا۔ تو ان مشوروں کو ہی گوش ہوش سے سن لیتے۔ جو امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اس وقت اس بارے میں دئے تھے۔ آپ نے بڑے زور اور تفصیل کے ساتھ خطرات اور نقصانات سے آگاہ کر کے اسے ناممکن عمل قرار دیا تھا۔ اور آج عدم تعاون کے حامیوں پر بھی تجربہ نے ثابت کر دیا۔ کہ یہ بالکل درست اور صحیح تھا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

ترقی کے لئے چار چیزوں کی ضرورت

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

فرمودہ ۳۰ اپریل ۱۹۲۶ء مسجد احمدیہ لاہور

سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

دنیا میں تمام ترقیات چار چیزوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ کوئی ترقی دنیا میں نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ یہ چار چیزیں ایک وقت میں جمع نہ ہوں

پہلی چیز

تو یہ ہے۔ کہ ایک بیج ہو۔ جس کے اندر نشو و نما کی قابلیت ہو۔ بغیر بیج کے کبھی بھی کوئی کھیتی نہیں اُگ سکتی۔ اور کوئی روئیدگی نہیں پیدا ہو سکتی۔ ایک کسان کھیت میں کتنا ہی ہل چلائے کیسی ہی عمدگی کے ساتھ زمین کی سختی کو توڑے اور باریک میدے کی سی مٹی کر دے۔ پھر اس زمین کو پانی دے۔ اور تمام وہ احتیاطیں جو کسان اور زمیندار کھیتی کے متعلق کرتے ہیں۔ ان سے زیادہ کرے۔ لیکن وقت پر بیج نہ ڈالے تو کھیتی تیار نہ ہو سکیگی۔

دوسری چیز

جو کھیتی کے تیار ہونے کے لئے ضروری ہے۔ یہ ہے کہ عمدہ زمین ہو۔ جب تک عمدہ زمین نہ ہو۔ اسوقت تک کبھی بھی کوئی اچھی کھیتی پیدا نہیں ہو سکتی۔ خواہ کیسا ہی اعلیٰ بیج کیوں نہ ڈالا جائے۔ خواہ تمام احتیاطیں جو ضروری ہوں کی جائیں۔ لیکن اگر زمین شوریلی ہو۔ تو پیشتر اس کے کہ نشو و نما کا زمانہ آئے۔ وہ زمین بیج کو بھی گلا ڈالیگی۔ اور بجائے اس کے کہ عمدہ غلہ پیدا ہو۔ گھر سے جو غلہ اس میں ڈالا جائے گا۔ اُسے بھی ضائع کر دیگی۔

تیسری چیز

جو کھیتی کے اچھا بنانے میں ضروری ہوتی ہے۔ وہ زمین کی تیاری ہے۔ یعنی وقت پر آبپاشی وغیرہ کرنا۔ ہل چلانا اگر عمدہ زمین ہو۔ لیکن اس کو تیار نہ کیا جائے۔ ہل نہ چلایا جائے۔ پانی نہ دیا جائے۔ سوہاگہ نہ پھیرا جائے۔ تو اچھی کھیتی نہ اُگیگی۔

جب یہ تینوں باتیں جمع ہو جائیں کہ بیج اعلیٰ درجہ کا ہو زمین اچھی ہو۔ اسکی تیاری خوب کی جائے لیکن موسم اور وقت کا لحاظ کر کے بیج نہ بویا جائے۔ تو بھی کھیتی نہ ہو گی۔ جب تک اس چیز کو جسے اُگانا منظور ہو۔ اپنے وقت اور موسم میں نہ بویا جائے۔ کھیتی سے اچھا پھل پیدا نہیں ہو گا بسا اوقات تو بے موسم کا ڈالا ہوا بیج بالکل ضائع ہو جائیگا بسا اوقات روئیدگی تو اُگیگی۔ لیکن خشک ہو کر برباد ہو جائیگی۔ جس طرح ایک کھیتی جب تک صحیح طریقوں کے ماتحت بویا نہ جائے۔ اس میں کبھی اعلیٰ غلہ نہیں پیدا ہوتا۔ اور اس کے کاٹنے میں کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہی چار باتیں

دنیا کے تمام کاموں میں

ضروری ہوتی ہیں۔ اور کوئی سلسلہ کوئی تعلیم اور کوئی جماعت دنیا میں پھیل نہیں سکتی۔ جب تک اچھا بیج نہ ہو۔ یعنی ایسی تعلیم نہ ہو۔ جسے طبائع قبول کرنے کے لئے تیار ہوں ایک سلسلہ کی تعلیم کھیتی کے بیج سے مشابہت رکھتی ہے جس طرح ایک عمدہ زمین گندے بیج کو لیکر اعلیٰ کھیتی پیدا نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اعلیٰ قومیں بھی

گندی اور ناقص تعلیم

کو لیکر اعلیٰ نتیجہ نہیں پیدا کر سکتیں۔ دیکھو یورپ کے لوگ تمدن تعلیم اور تربیت کے لحاظ سے ایشیائیوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اسکے کہ وہ رات دن اصلاح کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور اس درجہ تک اخلاقی اصلاح وہ نہیں کر سکتے۔ جس کی انہیں خواہش ہے۔ اسکی وجہ یہ نہیں۔ کہ زمین اچھی نہیں یا اسکی تیاری اچھی نہیں۔ زمین بھی اچھی ہے۔ تیاری بھی عمدہ ہے۔ لیکن جو بیج اس میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ کرم خوردہ اور ناکارہ ہے۔ اور اب

تازہ بیج

وہ ہے۔ جو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے۔ مگر وہ لوگ حضرت مسیح کے زمانہ کا بیج بو رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ وہ متواتر اپنی حالت درست کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے ایسی ایسی محنتیں کرتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ہزارہا کی تعداد میں ان میں ایسے لوگ ہیں جو اپنے مال و دولت عزت و آسایش کو لات مار کر عیسائیت کی اشاعت کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور ظاہری طور پر ان کے اخلاق ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں مگر وہ ہنستے رہتے ہیں۔ باوجود اسکے وہ روحانیت میں گرے ہوتے ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ بیج اچھا نہیں ہے۔ تو روحانی سلسلوں کے لئے ضروری ہے کہ

اعلیٰ تعلیم

ہو۔

دوسری خوبی زمین کی خوبی ہے۔ اگر زمین اچھی نہ ہو تو اعلیٰ بیج بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ خراب زمین میں اگر اعلیٰ بیج بھی ڈالا جائیگا۔ تو وہ اسے ضائع کر دیگی۔ اسکی مثال روحانیت کے لحاظ سے یہ ہے۔ کہ جن لوگوں کے سامنے وہ تعلیم پیش کی جائے ان میں اگر اس تعلیم کو قبول کرنے کی قابلیت نہ ہو تو اعلیٰ نتیجہ پیدا نہ ہو گا۔ دیکھو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت وہی قرآن تھا جس نے ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ جیسے انسان پیدا کر دئے۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا انسان پیدا کر دیا۔ کیونکہ آپ بھی اسپر عمل کرنے سے رسُول بنے بیشک قرآن آپ پر نازل ہوا۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ کہو انا اول المؤمنین۔ میں سب سے پہلے ایمان لانیوالا ہوں۔ تو یہ

قرآن ہی کا اثر

تھا۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا انسان پیدا ہوا۔ اور ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ جیسے انسان پیدا ہوئے پھر بعد میں قرآن ہی کے ذریعہ ہزاروں اور لاکھوں اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ لیکن یہی قرآن جب ابوجہل۔ عتبہ اور شیبہ جیسے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو وہ کہنے لگے۔ اس کو بدلکر کوئی اور لاؤ۔ تو ہم مانیں گے۔ ورنہ ایسی بیہودہ تعلیم کو ہم ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یضل بہ کثیرًا و یھدی بہ کثیرًا۔ اچھی زمین میں جب اچھا بیج پڑتا ہے تو سبزی پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر بری زمین میں پڑتا ہے تو بُری صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ دیکھو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی قرآن کو پڑھکر ایسے ایسے معارف اور حقائق بیان فرماتے تھے۔ کہ دنیا عش عش کر اُٹھی۔ لیکن ابوجہل اسی قرآن کو ایسے گندے رنگ میں پیش کرتا۔ کہ کوئی شریف آدمی اسے سننے کے لئے بھی تیار نہ ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی۔ کہ قرآن شریف میں متضاد باتیں تھیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور الفاظ پڑھتے تھے۔ اور ابوجہل وغیرہ اور۔ بلکہ یہ وجہ تھی۔ کہ ایک ہی بیج دو مختلف قسم کی زمینوں میں جب پڑا۔ تو اچھی زمین سے اچھا پھل پیدا ہو گیا۔ اور بُری زمین سے بُرا۔ تیسری چیز

زمین کی تیاری

اور وقت کی نگاہداشت ہوتی ہے۔ قوموں میں ہل چلانے کے کیا معنے ہوتے ہیں۔ یہی کہ ان کے قوٰے کی نگرانی اور تربیت کی جائے۔ اور وقت پر پانی دینے کا کیا مطلب ہوتا ہے یہی کہ صحیح اور عمدہ تعلیم دی جائے۔ یہ پانی دینے کے مشابہ ہے۔ اور زمین کو ہل چلاکر نرم کرنا

اور سوہاگہ پھیر کر ڈھیلے توڑنا تربیت کے مشابہ ہے۔ پس کسی قوم کی صحیح تسلیم و تربیت کھیتی میں ہل چلانے اور پانی دینے کے مشابہ ہے۔ اس کے بغیر بھی کوئی ترقی کوئی قوم نہیں کر سکتی۔

چوتھی چیز

یہ ہے۔ کہ وقت پر بیج بویا جائے۔ یہ روحانی معاملات پر اس طرح چسپاں ہوتا ہے۔ کہ ٹھیک وقت اور محل و موقعہ پر کام کرنے سے نیک نتیجہ نکلے گا۔ اعلیٰ تعلیم اگر اس وقت پیش کیجائے جب قلوب اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ زمانہ میں ایسی لہر نہ چلی ہو۔ جس نے اس تعلیم کے متعلق ہلچل پیدا کر دی ہو۔ تو کوئی اسے قبول نہیں کر سکتا۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دعوےٰ کیا۔ تو لوگوں نے مخالفت بھی کی۔ لیکن ماننے والوں نے مان بھی لیا۔ مگر آج بھی آپ کے دعویٰ کو دیکھکر کئی لوگ

نبوت کے مدعی

کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ بہت کچھ کوشش بھی کرتے ہیں۔ اشتہار ٹریکٹ اور کتابیں شائع کرتے ہیں۔ لیکن کوئی انہیں پوچھتا بھی نہیں۔ اس لئے کہ قبولیت کا زمانہ گذر گیا۔ انبیاء عین وقت اور عین موسم میں آتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ نے عین وقت پر بھیجا تھا۔ مگر آج آپ کی نقل کرنے والے بے موسم اور بے وقت کھڑے ہو رہے ہیں۔ چونکہ یہ بات صرف خدا تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ کہ نبی کے بھیجنے کا عین وقت اور ٹھیک زمانہ کونسا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ نبی کو اس وقت بھیجدیتا ہے۔ مگر جو خود بخود کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ بے وقت آتے ہیں۔ اس لئے ناکام رہتے ہیں۔ اور سوائے اس کے کہ ان ناپاک اور گندی بوٹیوں کی طرح جو کھیتوں میں صرف اس لئے پیدا ہوتی ہیں۔ کہ انہیں

تمازت آفتاب

جلا دے۔ ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اور ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ میں نے دیکھا ہے۔ دو تین مدعی نبوت ٹریکٹ اور رسالے بھیجتے رہتے ہیں۔ پھر گالیوں سے بھرا ہوا خط ان کی طرف سے آجاتا ہے۔ کہ ہم نے اتنے رسالے اور ٹریکٹ بھیجے۔ مگر کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ اپنے اخبارات میں گالیاں ہی دے چھوڑیں۔ میں نے لکھا یا گالیاں بھی یونہی نہیں ملتیں۔ یہ بھی خدا کے فضل سے ملتی ہیں۔ اب کہنے والے تو کہدیتے ہیں۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے زمانہ میں آئے۔ کہ لوگ آپ کی باتیں ماننے کے لئے تیار تھے۔ یہ صحیح ہے۔ کہ آپ ایسے زمانہ میں آئے۔ جب لوگ آپ کی باتیں ماننے کے لئے تیار تھے۔ مگر ایسے وقت میں آنا ہی بتاتا ہے کہ آپ خدا تعالےٰ کی طرف سے تھے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ ہی جان سکتا ہے۔ کہ

قبولیت کا زمانہ

کونسا ہے۔ ورنہ یوں تو لوگ گالیوں کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ وہ بھی انہیں نہیں ملتیں۔ پس یہ خدا تعالےٰ ہی جانتا ہے۔ کہ کونسی گھڑی۔ کونسا گھنٹہ۔ کونسا منٹ بلکہ کونسا سیکنڈ نبی کی بعثت کے لئے موزوں و مناسب ہے۔ اس وقت وہ نبی کو بھیجدیتا ہے۔ پھر اس کے بعد آنے والا کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ چار باتیں کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔ ہماری جماعت جس مقصد کو لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ وہ کامیابی کے لحاظ سے سب قوموں کے مقاصد سے بڑا ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے کسی نبی کے خیال میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا۔ کہ وہ اپنی تعلیم تمام دنیا سے منوالیں گے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قوم ایک ایسی قوم ہے۔ جس نے واقعات سے مجبور ہو کر ایسا طریق اختیار کیا۔ جس سے خیال پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ ان کا مذہب

ساری دنیا کے لئے

ہے۔ حالانکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا یہ مطلب اور یہ منشا نہ تھا۔ کیونکہ وہ اپنی تعلیم ساری دنیا کو منوانے کے لئے نہ آئے تھے۔ بہرحال عیسائیوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا۔ مگر عیسائی صاحبان اس یقین کے ساتھ تو کھڑے ہوئے۔ کہ حضرت عیسےٰ؈ کی تعلیم ساری دنیا کے لئے ہے۔ یا یوں کہو کہ یہ خیال ان میں آہستہ آہستہ پیدا ہو گیا۔ مگر باوجود اس کے ان میں یہ یقین پیدا نہیں ہوا تھا۔ کہ وہ ساری دنیا کو حضرت عیسےٰ؈ کی تعلیم منوا بھی لیں گے۔ کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا اور ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کی تعلیم ہے تو ساری دنیا کے لئے۔ مگر پھیلیگی اس وقت جبکہ مسیح دوبارہ آئینگے۔ اب بھی عیسائیوں کا یہی عقیدہ ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے پر ساری دنیا کے لوگ اس تعلیم کو مانینگے +

حضرت عیسےٰ؈ کے بعد دنیا نے اور زیادہ ترقی کی۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں حقیقی طور پر سب لوگوں کے لئے ایک ہی دین نازل ہوا۔ حضرت عیسےٰ؈ کے حواریوں نے تو خیال کر لیا تھا۔ کہ انکی تعلیم ساری دنیا اور سارے زمانوں کے لئے ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ساری دنیا اور سب زمانوں کے لئے وہ تعلیم نہ تھی۔ اس میں عیسائیوں کو غلطی لگی۔ اور دھوکہ میں پڑ گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو پیشگوئیاں تھیں۔ ان کے متعلق انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ حضرت عیسیٰ؈ پورا کرنے والے ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ حضرت عیسیٰ ساری دنیا کے لئے ہیں۔ مگر جس وقت عیسائی یہ کہہ رہے تھے۔ خدا تعالےٰ کچھ اور کہہ رہا تھا۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں

خدا اور انسان

کی زبان ایک ہو گئی۔ خدا تعالےٰ نے کہا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے زمانہ اور سب لوگوں کے لئے ہیں۔ انسانوں نے بھی کہا آپ سب زمانہ اور سب لوگوں کے لئے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کا یہ بھی عقیدہ تھا۔ کہ ساری دنیا کے اسلام پر جمع ہونے کے متعلق اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنے کی پیشگوئی

مسیح موعود کے زمانہ میں

پوری ہوگی۔ اور سب مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ جب تک عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نہ آجائیں۔ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہو سکتی۔ اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ تیرہ سو سال میں مسلمانوں کا بھی یہ مقصد نہیں رہا۔ کہ ساری دنیا کو مسلمان بنالیں۔ حتیٰ کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ آیا۔ جس کے متعلق یہ خیال تھا۔ کہ

ساری دنیا کا ایک مذہب

ہو جائیگا۔ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے جس قدر نبی آئے۔ ان کے پیرووں کا تو یہ دعویٰ ہی نہ تھا۔ کہ وہ ساری دنیا کے لئے آئے ہیں۔ اور انکی تعلیم ساری دنیا میں پھیل جائیگی۔ عیسائی گو اس بات کے مدعی ہیں کہ عیسائیت کی تعلیم ساری دنیا میں پھیل جائیگی۔ مگر ان کی اپنی کتابوں کی پیشگوئیاں بتا رہی تھیں۔ کہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ جب تک مسیح نہ آئے اسی طرح مسلمانوں کا یہ خیال تھا۔ کہ اسلام ساری دنیا کے لئے ہے اور یہ صحیح بھی ہے۔ لیکن وہ بھی امید نہیں کر سکتے تھے۔ کہ جب تک مسیح موعود نہ آجائے ایسا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی پیشگوئیاں کہتی ہیں۔ کہ ساری دنیا میں اسلام کی اشاعت مسیح موعود کے آنے کے بعد ہوگی +

اب ہم وہ لوگ ہیں۔ جو اس مسیح موعود کے ماننے والے ہیں۔ جس کے آنے کے بعد اسلام نے ساری دنیا میں پھیلنا ہے۔ اور اس مسیح نے اعلان کر دیا۔ کہ اب ساری دنیا کو ایک مذہب پر جمع کرنے کا وقت آگیا ہے۔ اس وجہ سے ہمارا مقصد اور منتہا تمام پہلی قوموں سے بلند اور بالا ہے۔ عیسائی کہتے تو تھے۔ کہ ساری دنیا میں عیسائیت پھیل جائے گی۔ لیکن وہ یہ امید نہیں کر سکتے تھے۔ کہ عیسائیت اس وقت تک پھیل بھی سکتی ہے۔ جب تک کہ مسیح دوبارہ نہ آجائے۔ اسی طرح مسلمان بھی کہتے تو تھے۔ کہ ساری دنیا اسلام پر جمع ہو جائے گی۔ لیکن وہ یہ خیال نہیں کر سکتے تھے۔ کہ مسیح موعود کے آنے کے بغیر ایسا ہو سکتا ہے۔

مگر ہمارے زمانہ میں چونکہ

مسیح موعود آگیا

ہے۔ اس لئے ہمارا مقصد پچھلی تمام قوموں سے بلند اور بالا ہو گیا ہے۔ اس مقصد عظیم کو پورا کرنے کے لئے جو نہ تو تیرہ سو سال تک مسلمانوں کا رہا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسیح موعود کے آنے کے بغیر پورا نہ ہو سکیگا۔ نہ عیسائیوں کا رہا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ مسیح نے آکر پورا کرنا ہے اسی طرح نہ کسی اور پہلی قوم کا رہا۔ کیونکہ وہ تو خیال بھی نہیں کر سکتی تھی۔ کہ ساری دنیا اس کی تعلیم پر جمع ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے ہمیں خاص

محنت اور کوشش

کی بھی ضرورت ہے۔ اور ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ چار امور جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اور جو ہر قوم کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ وہ ہمارے لئے موجود ہیں یا نہیں۔ پہلی چیز یہ ہے۔ کہ بیج اعلیٰ درجہ کا ہو۔ یعنی تعلیم اعلیٰ ہو۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں حاصل ہو گئی ہے۔ اور ہم نے اس کے ثبوت خود دیکھے۔ اور مشاہدہ کئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت اسی لاہور میں ایک جلسہ ہوا۔ جس میں تمام مذاہب کے نمائندوں نے بعض اہم مسائل کے متعلق اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسلام کے متعلق مضمون لکھا۔ جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی۔ کہ وہ

سب پر غالب

ہو گا۔ اور اس بات کو آپ نے پہلے شائع کر دیا۔ پھر جب وہ مضمون پڑھا گیا۔ تو سب اقوام نے تسلیم کیا۔ کہ آپ کا مضمون سب سے بالا رہا۔ اور اس سے بڑھکر کسی تعلیم کے اعلیٰ ہونے کی کیا خوبی ہو سکتی ہے کہ دشمن بھی اس کے اعلیٰ ہونے کا اقرار کرے۔ کسی دشمن سے یہ توقع تو نہیں کی جا سکتی۔ کہ وہ ہر موقعہ پر اور ہر بات کو اعلیٰ کہے گا۔ کیونکہ اگر ایسا ہو۔ تو وہ اس مذہب کو قبول ہی کیوں نہ کرے اور مسلمان کیوں نہ ہو جائے۔ اس سے یہی ہو سکتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں جو تعلیم پیش کی جائے۔ اسے اعلیٰ قرار دے دے تو اس مضمون کے متعلق سب نے تسلیم کیا کہ بالا رہا۔ ابھی ایک

کانفرنس ولایت میں

ہوئی۔ جس میں میں نے مضمون لکھا۔ وہ مضمون میرا نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی تعلیم تھی۔ اس کے بعض حصوں کے متعلق تو پہلے ہی بڑے بڑے اخبارات نے لکھ دیا تھا کہ بہت اعلیٰ تعلیم پیش کی گئی ہے۔ مگر اس سارے مضمون کو پڑھکر ایک مشہور آدمی نے جو جرنیل ہے۔ لکھا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ساری کانفرنس انہی کے لئے تھی۔ اور اس میں انہیں کا اثر سب پر غالب نظر آتا ہے۔ تو جہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پیش کی گئی۔ وہاں ہی دشمنوں نے اسکی خوبی اور برتری کا اعتراف کیا۔ اور ہر مباحثہ میں جہاں اسلام کی طرف سے احمدی مبلغ کھڑے ہوتے ہیں۔ دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی عزت رکھ لی۔ وہ کہتے ہیں۔ یہ ہیں تو کافر لیکن مخالفین اسلام کا مقابلہ یہی کر سکتے ہیں۔ گو یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی - کہ وجہ کیا ہے۔ کہ اسلام کا سارا درد کافروں کو ہے۔ اور اسلام سے انتہائی نفرت ان لوگوں کو ہے۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ ہم

وہ کافر

بننے کے لئے تیار ہیں۔ جو اسلام کی عزت اور حرمت اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتے ہیں۔ اور وہ مسلمان بننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ جو نہ صرف اسلام کی کوئی خدمت نہ کریں۔ بلکہ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں اسے بدنام کریں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تعلیم ہمیں دی ہے۔ وہ ایسی ہے کہ دشمن بھی اسکی خوبی کا اعتراف کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا۔ فورمین کرسچن کالج لاہور کے پرنسپل صاحب قادیان گئے تھے۔ وہ جب ہندوستان سے ولایت گئے۔ تو سیلون میں انہوں نے تقریر کی جس میں کہا عیسائی ساری دنیا میں اپنا مذہب پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہتے ہیں۔ سب کو عیسائی بنا لینگے۔ لیکن میں عیسائیوں کو ہوشیار کرتا ہوں۔ کہ عیسائیت کے مقابلہ کے لئے عظیم الشان تیاریاں ایک ایسی جگہ ہو رہی ہیں۔ جو ریل سے دور ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس سے عیسائیت کا مقابلہ ہو گا۔ اور اس کے بعد فیصلہ ہو گا کہ عیسائیت دنیا میں جیتے گی۔ یا اسلام۔ یہ کسی ایسے شخص کی رائے نہیں۔ جو غیر جانبدار ہو۔ وہ ایک

متعصب پادری

تھے۔ قادیان میں جب آئے تو گفتگو میں اسلام کی مخالفت کرتے رہے اسی طرح قرآن کریم کے پہلے پارہ کا میں نے جو ترجمہ کیا اور وہ انگریزی میں شائع ہوا۔ اس کے متعلق عیسائیوں کے ایک رسالہ نے لکھا۔ کہ اس امر کا فیصلہ کہ عالمگیر مذہب اسلام ہے یا عیسائیت۔ اس ترجمہ کے مکمل ہونے پر ہو سکیگا۔ تو دشمن بھی مانتے ہیں کہ وہ بیج جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بویا ہے اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اگر باقی تین شرطیں بھی میسر آ جائیں تو پھر

ہماری کامیابی

میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی ؎

حال ہی میں تمام دنیا کے پادریوں کی ایک کانفرنس ہوئی ہے۔ اس نے اسلامی ممالک میں تبلیغ کے لئے ایک سب کمیٹی بٹھائی۔ اسکی رپورٹ اب شائع ہوئی ہے۔ اس میں بار بار یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ

عیسائیت کا مقابلہ

کرنیوالی اگر کوئی جماعت ہے تو وہ احمدی جماعت ہی ہے۔ اس سب کمیٹی نے سوائے ہماری جماعت کے مذہبی طور پر کسی کو کوئی وقعت نہیں دی۔ گو صریح لفظوں میں اس بات کا اعتراف نہیں کیا گیا کہ احمدیت کا مقابلہ عیسائیت کے لئے مشکل ہے۔ مگر یوں کہا ہے کہ احمدی جماعت کے لوگ ایسی شرارت کرتے ہیں کہ ہمارا مقابلہ ہماری ہی تعلیم کے ذریعہ کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ عیسائیت کی تعلیم عیسائیوں کے ذریعہ تو کوئی اثر نہیں کرتی۔ لیکن جب ہم اسی کو پیش کریں تو اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ اور اثر بھی ایسا جو عیسائیت کے خلاف ہوتا ہے ؎

اب دوسری چیز زمین ہے۔

مذہب کے لئے زمین

کیا ہے۔ وہ افراد جو اس تعلیم کو قبول کرتے ہیں۔ جن کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ جو نہیں مانتے۔ وہ ایسے ہوتے ہیں جنمیں بیج نہیں پڑا ہوتا۔ ان کے متعلق اسوقت بحث نہیں۔ لیکن جہاں بیج پڑ گیا۔ اس کی فکر ضرور ہو گی۔ کہ اگر زمین اچھی نہیں تو بیج ضائع ہو جائے گا۔ اب یہ سوال کہ اچھی زمین موجود ہے یا نہیں اس کا جواب میں نہیں دے سکتا۔ نہ کوئی اور واحد شخص دے سکتا ہے۔ اور نہ کوئی جماعت دے سکتی ہے۔ کیونکہ آپ میں سے ہر فرد کے لئے دوسروں کے قلوب کا اندازہ لگانا ناممکن ہے یہ پتہ خدا تعالیٰ ہی لگا سکتا ہے جو عالم الغیب ہے۔ یا ایک حد تک اپنے نفس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ لیکن میں اگر آپ لوگوں کے قلوب کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ تو یہ تو کہہ سکتا ہوں۔ کہ اپنے قلوب کی ایسی حالت بنائیں۔ کہ وہ اچھی اور اعلیٰ درجہ کی زمین کی طرح ہو جائیں۔ تاکہ ان میں جو بیج پڑ چکا ہے۔ وہ ضائع نہ ہو جائے۔ بے شک میں

قلب کی صحیح کیفیت

کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ لیکن آپ کو قلب کی صحیح کیفیت بنانے کی نصیحت تو کر سکتا ہوں۔ اور یہ اسوقت کرتا ہوں۔ آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کبھی احمدیت ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک طبائع میں اسکی قبولیت کا مادہ نہیں ہے۔ تعلیم خواہ کیسی اعلیٰ ہو ردی اور فضول ہو جائیگی۔ اب دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو محنت ابیؓ ابن سلول وغیرہ کے متعلق کی۔ وہ کیا پھل لائی۔ ان لوگوں میں منافقت پیدا ہوئی۔ اسلام کے خلاف فتنہ دوانیاں ہوئیں۔ اسلام کو نقصان پہنچانے والے پیدا ہوئے تو اپنے دلوں کو ایسا بنانا چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ جو بیج بھیجا ہے۔ وہ ان میں نشو و نما پا سکے ؎

تیسری چیز زمین کی تیاری ہے۔ یعنی تعلیم و تربیت یہ دو قسم کی ہوتی ہے (۱) وہ کہ جس کا منبع انسان کا اپنا نفس ہوتا ہے اور دوسری وہ جو دوسروں کی طرف سے آتی ہے۔ باہر سے تعلیم و تربیت جو آتی ہے۔ اس کا تعلق مجھ سے ۔ جماعت کے واعظوں اور اُمراء سے اور والدین اور استادوں سے ہے ۔ کوئی آدمی اپنے کام کے متعلق آپ رائے نہیں لگا سکتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسکی زندگی میں بھی اس کے وسیع کام کے متعلق فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

میرا کام

تمام جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ جو ایک جگہ نہیں ایک ملک میں نہیں۔ بلکہ براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا اندازہ نہ میں لگا سکتا ہوں۔ اور نہ کوئی اور اسوقت لگا سکتا ہے۔ اس کا اندازہ کئی نسلوں کے بعد قومیں کرینگی۔ پھر اپنے کام کا اندازہ کوئی شخص آپ نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے۔ تو ہمیشہ غلط کریگا کیونکہ وہ یا تو صد درجے کے تکبر پر مبنی ہو گا۔ یا انسان انکسار سے کام لیگا۔ وہ یہ دیکھیگا۔ کہ مجھے جس قدر طاقتیں ملی ہیں خدا کی طرف سے ملی ہیں۔ میں نے خود کچھ نہیں کیا یا یہ دیکھیگا کہ اتنا بڑا کام تھا۔ جس کے مقابلہ میں میں نے کچھ نہیں کیا اس لحاظ سے وہ اپنے کام کو بہت کم دیکھتا ہے۔ تو میرے اپنے متعلق جو جماعت کی تعلیم و تربیت کا کام ہے۔ اسپر میں رائے ظاہر نہیں کر سکتا۔ اور جو باقی ایسے لوگ ہیں۔ جن پر جماعت کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ان کے کاموں پر میں رائے زنی تو نہیں کرتا۔ مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ یہ بہت اہم کام ہے۔ جس کی طرف میں جماعتوں کے اُمراء اور دوسرے کارکنوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ اسوقت چونکہ لاہور کی جماعت میرے سامنے ہے۔ اس لئے

لاہور کی جماعت کے امیر

کی توجہ خاص طور پر جماعت کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کی طرف دلاتا ہوں۔ ان کی ذمہ واریاں بہت بڑی ہوئی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔ ہر شخص کی حیثیت چرواہے کی ہے اس سے پوچھا جائے گا۔ کہ کس طرح اس نے ان لوگوں کی تربیت کی جو اس کے سپرد تھے پس میں اپنے عزیز دوست چودہری ظفر اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان کا کام بہت اہم اور بہت ذمہ واری کا ہے۔ دنیا کے سامنے انسان فریب سے بھی اپنی ذمہ واری سے بچ سکتا ہے لیکن خدا تعالیٰ ہر پوشیدہ سے پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کو فریب نہیں دیا جا سکتا۔ پھر

دنیا کی ذمہ واری

پوری نہ کرنے سے جو اثر پڑتا ہے۔ وہ محدود ہوتا ہے۔ اور اسے انسان برداشت کر سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان کا اثر اتنا زیادہ اور اس قدر وسیع ہوتا ہے کہ اگر انسان غلط راستہ پر چلے۔ تو اس کے اثر کا خیال کر کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

پھر میں سکرٹریوں اور دوسرے کارکنوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اگر وہ اپنی اپنی جماعت کی صحیح تربیت نہ کرینگے اور لوگوں کو

زمانہ کے سیلاب میں

اسی طرح بہ جانے دینگے۔ جس طرح پانی میں تنکا بہتا ہے تو خدا تعالےٰ ان سے پوچھیگا۔ کہ کیوں تم نے لوگوں کے متعلق کوتاہی اور سستی کی۔ پھر چونکہ دوسری جماعتوں کے لوگ بھی اس موقعہ پر آئے ہوئے ہیں۔ اس لئے انکو بھی ان ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے سامنے اتنا عظیم الشان کام ہے۔ جتنا آج تک کسی قوم کا نہیں ہوا۔ ہماری جو

منزل مقصود

ہے۔ وہ اتنی دور ہے۔ جتنی اور کسی کی نہیں۔ اور ہماری جو تمنا ہے۔ وہ اتنی اعلیٰ اور ارفع اور اتنی بلند ہے جتنی اور کسی کی نہیں۔ پس اگر اتنے عظیم الشان کام کے لئے ہم خاص تیاری نہ کریں۔ اتنی لمبی اور اتنی دور کی منزل مقصود کے لئے سستی سے قدم اٹھائیں اتنے بڑے مقصد اور مدعا کے لئے پوری ہمت سے کام نہ لیں۔ تو سمجھ لو۔ کیسے خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔ پس میں تمام جماعتوں سے کہتا ہوں کہ جماعت کی صحیح تربیت کی طرف پوری پوری توجہ کریں۔ اگر جماعت میں سے ایک شخص بھی سست اور غافل ہو جاتا ہے۔ تو وہ طاعون کے کیڑے سے زیادہ جماعت کے لئے زہریلا اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ کیونکہ طاعون کے کیڑے کا زہر اس قدر نہیں پھیلتا۔ جس قدر ایسے شخص کا زہر پھیلتا ہے پس ایک آدھ آدمی کی سستی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ڈاکٹر ڈاکٹر کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ جو بیماری کے چھوٹے سے کیڑے کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ میں نے طاعون کے کیڑوں کے متعلق خود تو تحقیقات نہیں کی لیکن ایک اخبار میں پڑھا ہے۔ کہ ایک منٹ میں کئی ہزار گنا بڑھ جاتے ہیں۔ یہی

ایمان کو کھا جانیوالے کیڑے

کا حال ہوتا ہے۔ جب ایک میں پیدا ہوتا ہے تو پھر آگے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایک سچا اور حقیقی کارکن وہی ہے جو اگر ایک شخص میں بھی سستی اور کوتاہی دیکھتا ہے تو اسے اسوقت تک چین نہیں آتا۔ جب تک اسکی اصلاح میں کامیاب نہیں ہو جاتا ۔ اگر اس کا جماعت سے کاٹنا ہی ضروری ہوتا ہے تو کاٹ دیتا ہے۔ تاکہ اس کا زہر دوسروں میں نہ پھیلے۔

چوتھی چیز

موزون اور مناسب وقت

ہے۔ یہ خدا تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ اور اس نے نبی بھیجکر فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ وقت یہی ہے۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس زمانہ میں احمدیت پھیل نہیں سکتی۔ نادان ہیں جو کہتے ہیں آجکل احمدیت کو کون تسلیم کر سکتا ہے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ پر الزام آئیگا کہ اس نے حضرت مسیح موعود کو بیوقت بھیجا کیوں۔ کبھی یہ نہ ہو گا۔ کہ کوئی باغ والا ہو وہ جن کو باغ ٹھیکہ دے۔ ان سے آم کی جنس کا اسوقت مطالبہ کرے جب آم کا موسم نہ ہو ہمارے ملک میں آموں کا زور جون جولائی میں ہوتا ہے اسوقت باغ کے مالک آم کی جنس کا مطالبہ کرینگے۔ پھر خدا تعالیٰ کس طرح اس چیز کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ جس کے لئے دنیا تیار نہ ہو پس اسوقت خدا تعالیٰ نے نبی بھیجکر بتا دیا کہ عین یہی وقت ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیم کو پھیلایا جائے۔ اگر کوئی اسکے متعلق گھبراتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ تعلیم نہیں پھیل سکیگی۔ تو اس کے ایمان اور یقین میں کمزوری ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود کو اسوقت بھیجنا بتاتا ہے۔ کہ یہی وقت اس تعلیم کے پھیلنے کا ہے۔

یہ چار چیزیں ہیں جو ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ ان میں سے دو خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھی ہیں۔ اور دو ہمارے سپرد کی ہیں۔ وقت کا انتخاب اور سچی تعلیم بھیجنا خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھا ہے۔ اور یہ دونوں باتیں اس نے پوری کر دی ہیں۔ باقی دو ہمارے ذمہ ہیں۔ یعنی اچھی زمین تلاش کرنا (۲) اور جو تعلیم قبول کریں۔ انکی غور و پرداخت کرنا انہی میں ہماری سستی کی وجہ سے جماعت کی ترقی میں روک پیدا ہو رہی ہے۔ ورنہ اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ ابھی اس تعلیم کی اشاعت کا وقت نہیں آیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جو کام لوگ نہیں کرنا چاہتے جس طرح وہ اس کے متعلق کہدیتے ہیں۔ ہماری قسمت ۔ اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی اشاعت کا وقت نہیں ہے۔ لوگ اس کو قبول کرنے کے تیار نہیں ہیں۔ وہ اپنی سستی اور کوتاہی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ ورنہ یہ کہنا پڑیگا کہ خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بیوقت بھیجا۔ اور آپ کے ذریعہ ناقص تعلیم دی۔ مگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے

نفس کی اصلاح

کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ان کے قلب کی زمین بگڑی ہوئی ہے ایسے قلب پر اگر اچھی تعلیم بھی پڑے تو بھی اچھا نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی دیکھو حضرت عمرؓ کا ایک وقت وہی دل تھا کہ جسپر جب قرآن کریم کی تعلیم پڑتی۔ تو تے ہو جاتی مگر پھر وہی دل تھا۔ کہ اس نے اس طرح اس تعلیم کو قبول کیا جس طرح قبول کرنے کا حق تھا تو دل بدل سکتا ہے اور بدلا جا سکتا ہے جس طرح زمین بری اچھی اور قابل زراعت بنائی جا سکتی ہے اسی طرح دل بھی حق کو قبول کرنیکے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے اندر یہ طاقت اور مادہ پیدا کیا ہے۔ کہ ہم

دل کو بدل دیں

آگے قصور ہمارا ہے۔ کہ ہم کام نہیں کرتے۔ یا تعلیم و تربیت کی وجہ سے نقص ہے۔ اور ہم نے جماعت تک وہ باتیں ابھی تک نہیں پہنچائیں۔ جن کا پہنچانا ضروری ہے +

میں سب احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ امور جو ہمارے ذمہ ہیں۔ ان کو پورا کریں۔ اور مجھے امید ہے۔ دوست رات دن کوشش کر کے ان کو پورا کریں گے۔ قلوب کی اصلاح ہو جائے۔ اور تعلیم و تربیت بھی صحیح طور پر ہو۔ تاکہ خدا تعالےٰ کا بھیجا ہؤا بیج پھل لائے۔ اور ایسی غذا پیدا ہو۔ کہ اسے کھا کر انسانوں کا تعلق شیطان سے منقطع ہو جائے۔ اور ایسا اثر ہو۔ کہ کوئی بدی اثر نہ کر سکے۔ اور کوئی نیکی چھوٹ نہ جائے +

اس وقت میں

احباب لاہور

کو اس طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ دینی امور میں پنشن نہیں ملا کرتی۔ یعنی یہ نہیں کہ ایک وقت تک کام کر کے پھر کام کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ مگر میں نے بہت لوگوں کو دیکھا ہے ایک وقت تک کام کرتے رہتے ہیں۔ اور پھر ان میں سستی آجاتی ہے۔ ایسے لوگوں سے میں یہ کہکر بری الذمہ ہوتا ہوں۔ کہ دینی کاموں میں کوئی پنشن نہیں۔ موت تک تو یہاں نہیں۔ اور پھر قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل دار العمل دوسرا جہان ہی ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ ہم نے انسان کو اپنا غلام بننے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اب بتاؤ۔ کیا کبھی غلام کو بھی پنشن ملی ہے۔ پنشن نوکر کے لئے ہوتی ہے۔ غلام کے لئے نہیں ہوتی۔ غلامی موت سے ہی ختم ہوتی ہے۔ لیکن کیا کوئی یہ چاہتا ہے۔ کہ مر جاؤں۔ اگر یہ نہیں چاہتا۔ تو پھر اس کا کام کس طرح ختم ہو سکتا ہے۔

پس میں دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ سستیوں کو چھوڑ دیں۔ اور اصلاح پیدا کریں۔ میں

اللہ تعالےٰ سے دعا

کرتا ہوں۔ کہ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ چونکہ لاہور کی جماعت کے مہمان ہونے کی وجہ سے اس کا ہم پر خاص حق ہے۔ اس لئے اس کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔ پھر باہر کے احباب جو اخلاص سے یہاں آئے ہیں۔ اور اپنا کام چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ ان کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔ اور پھر سب جماعت کے لئے دعا کرتا ہوں کہ جو تعلیم خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ دی ہے۔ اس کو صحیح طور پر جذب کریں۔ تا اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث ہوں۔ اس کی محبت کا موجب ہوں۔ اس کی رضا کی گھڑیاں میسر ہوں۔ اس دنیا کی زندگی بھی خدا کے لئے ہو۔ اور پھر جو زندگی ہو۔ وہ بھی خدا کے لئے ہو + (۵ منٹ کی تقریر)

بیاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ

(از مولوی محمد احمد صاحب بی۔ اے جالندھر)

الٰہی دردِ الفت کو میرے دل میں مکیں کر دے
جو تو چاہے تو ویرانے کو فردوسِ بریں کر دے

ہلا ڈالے جو آہِ بے محابا سقفِ گردوں کو
مرے نالے کو تفرِ چرخ کا رکن رکیں کر دے

سخن میں موجزن ہو قلزمِ تاثیرِ بے پایاں
سحابِ فیض سے سرسبز یہ ویراں زمیں کر دے

سوادِ چشم اور خالِ سویدا روشنائی ہے
مرے موئے قلم کو رشک زلفِ حورِ عیں کر دے

طفیلِ جذبِ الفت صدقۂ عشق جنوں افزا
حدیثِ آرزومندی دلوں میں جانشیں کر دے

نظر کے سامنے پھر جائے رنگِ محفلِ دوشیں
کسی کی یاد کو تازہ نگاہ واپسیں کر دے

چراغِ فکر میں زیتِ محبت کچھ عنایت کر
دلِ روشن کو شمعِ ذکرِ خیرِ نور دیں کر دے

مُقدّر تھا خدائے دو جہاں صدّیقِ ثانی کو
مثیلِ مصطفےٰ کا جانشینِ اوّلیں کر دے

جماعت کو بنا دے غیرتِ مہرِ سلیمانی
کسی کو حلقۂ احباب میں مثلِ نگیں کر دے

تمامی عمر ہو جس کا شغف تدریسِ قرآنی
جہاں میں عام فیضِ بخششِ روح الامیں کر دے

لبوں سے اس کے ہو جاری وساری چشمۂ کوثر
دلوں کو والہ و شیدائے قرآنِ مبیں کر دے

اٹھائے بیکسوں کے واسطے دستِ دعا جس دم
تو بندوں کو خدائے ذوالمنن سے ہمقریں کر دے

قلم اس کا کرے جب قصدِ تحریر ہو الشافی
تو افلاطون و سینا پیشکش لوحِ جبیں کر دے

وہ اس کی شاہراہِ عشق میں پہلا قدم رکھے
جو جان و مال یکسر ہدیۂ دینِ متیں کر دے

میسر ہو اسی کو اس کی محفل میں زمیں بوسی
متاعِ کبر کو پہلے جو پیوندِ زمیں کر دے

جہاں کا جاہ و منصب چھوڑ وقفِ یار ہو جائے
رضا اپنی رضائے دلربائے نازنیں کر دے

اگر ہو لاکھ بیماری و مجبوری و معذوری
ادا پر فرضِ منصب کو بہ طرزِ بہترین کر دے

خدا اس سے ہو راضی وہ خدا سے شاد و خرم ہو
دعا پر ختم قصہ مظہر! ندو ہگین کر دے

الٰہی جھوم کر برسے وہی ابرِ کرم تیرا
جہاں میں پھر سے جاری فیض ختم المرسلیں کر دے

متاعِ درد کی بازارِ الفت میں ہو ارزانی
سرشکِ چشم سے بھرپور جیبِ آستیں کر دے

عطا فرما جماعت کو وہی صدق و وفاداری
اسی کے رنگ میں رنگیں الٰہ العالمیں کر دے

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

اعلانات

اخبار الفضل ۹۲ مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۲۶ء میں تعمیر مساجد احمدیہ کے متعلق جو اعلان میری طرف سے شائع ہؤا تھا۔ اس کے مطابق چند جماعتوں نے نقشہ اور تخمینہ مساجد احمدیہ ارسال فرمائے تھے۔ یہ معاملہ مجلس مشاورۃ میں پیش ہو کر یہ طے ہؤا ہے۔ کہ تمام جماعتوں میں تعمیر مساجد کے لئے تحریک کی جاوے۔ اور کوئی رقم اس چندہ کی مقرر نہ ہو۔ بلکہ جو صاحب اپنی خوشی سے چندہ دیں لیا جاوے اور یہ روپیہ مرکز میں جمع ہو۔ چنانچہ بجٹ فارم ۲۷-۱۹۲۶ء دفتر بیت المال میں یہ خانہ ایزاد کیا گیا ہے۔ اور اس کی تحریک ناظر صاحب بیت المال کرینگے۔ آئندہ جو خط و کتابت تعمیر مساجد کے متعلق ہو۔ وہ ناظر صاحب تعلیم و تربیت کی خدمت میں بھیجی جاوے۔ جو کاغذات میرے پاس تھے۔ وہ بھی منتقل کر دیئے گئے ہیں +

۲۔ جماعت میں مقامی منتخب شدہ عہدوں کا فرض ہے۔ کہ وہ چندہ باقاعدہ ارفی روپیہ کم سے کم ادا کرنے والے ہوں۔ جہاں اور قابلیتیں انتخاب کے وقت دیکھی جائیں وہاں مالی قربانی کرنے والے احباب کی اس قربانی اور بعض کی دوسری قربانیاں جو جسمانی ہیں گو مالی نہ ہوں۔ ملحوظ رکھی جائیں۔ ہر انجمن اپنے کارکنوں میں ان امور کا ہونا دیکھ لیا کرے۔

(ذوالفقار علی خاں قائمقام ناظر اعلیٰ)

احمدیہ گزٹ قادیان

احمدیہ گزٹ جو اعلانات و ہدایات صدر انجمن احمدیہ پر مشتمل ہوگا۔ عنقریب شائع ہونا شروع ہوگا۔ اس کا ڈکلریشن ہوگیا ہے۔ تمام انجمنہائے احمدیہ پر اس کی خریداری لازمی ہے +

اشتہارات

(اشتہارات کی صحت کے ذمہ وار خود مشتہر ہیں نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

اشتہارات

خوشخبری

پیارے احباب۔ السلام علیکم۔ الحمدللہ کہ رسالہ صابون سازی جسکو تیار ہو گیا جسکا ایک ایک نسخہ سینکڑوں روپیہ کے عوض دستیاب ہونا بالکل ناممکن ہے۔ میرے حال کے واقف جانتے ہیں۔ کہ کن مصائب اور مشکلات اور دور دراز کے سفروں کو برداشت کرنے اور پانی کی طرح روپیہ بہا دینے کے بعد مینے اس قیمتی فن کو حاصل کیا ہے جسکا بفضلہ تعالیٰ بلا بخل بکمال شرح صدر اور دیانت و امانت کیساتھ ہر ایک نسخہ نہایت صحیح اور بار بار کے تجربے کے بعد کوڑیوں کے مول اس رسالہ میں آپکی نذر کر دیا گیا ہے۔ واضح ہے کہ کوئی صابون ساز سینکڑوں روپے لیکر بھی صحیح راز بتلانے کیلئے ہرگز تیار نہ ہوگا۔ الا ماشاء اللہ۔ اور کتابوں کے اگر آپ انبار جمع کریں۔ تو خاک حاصل نہ ہوگا۔ میرا دعویٰ ہے کہ پانچ روپیہ فی من سے لیکر ۸-۱۰-۱۲-۱۴-۱۶-۲۰ روپیہ فی من تک کے امرتسری لاہوری ملتانی وغیرہ ہر قسم کے اعلیٰ ادنیٰ دیسی صابون بطریق گرم و سرد اور انگریزی مثل سنلائیٹ پیر سوپ۔ ہاتھ سوپ۔ نیم سوپ۔ سینڈل سوپ وغیرہ جو مینے اپنے عزیز بھائیوں کے نفع کے لئے لکھ دیئے ہیں۔ اگر انکو کوئی غلط ثابت کر دے۔ تو ہر غلط ثابت کردہ نسخہ کے عوض یکصد روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ دو آدمی باآسانی ہر روز دس پندرہ من صابون تیار کر سکتے ہیں۔ جسے اگر تھوک فروخت کر دیا جائے۔ تو بھی چالیس روپیہ منافع کچھ بات نہیں اور پرچون میں تو دگنا نفع اٹھا لینا تعجب نہیں۔ اسیطرح اگر ایک مستعد اور مستقل مزاج آدمی تھوڑے سرمایہ سے کام شروع کر دے۔ تو یقیناً اللہ کے فضل سے تھوڑے عرصہ کے اندر مالا مال ہو سکتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسکا گھر میں تقریباً ہر روز استعمال ہے اسلئے یہ ہنر لیکر ایک محلہ میں ہی بیٹھ رہے تو کسی اور روزگار کی پرواہ نہیں کئی چھوٹے رسالے اور اشتہارات صابون سازی کے متعلق پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں ممکن ہے اس اشتہار کو بھی اسی کسوٹی پر پرکھا جائے مگر میں سوائے اسکے کہ اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دوں۔ اور کوئی راہ تسلی دلانے کی نہیں پاتا جو دوست اس رسالہ کو منگائیں گے۔ ہماری صداقت کے خود بخود قائل ہو جائیں گے۔ یوں تو سینکڑوں روپے فیس پر بھی یہ راز حقیقی اور صدریہ کوئی بتلانے کیلئے آمادہ نہیں۔ مگر مینے اس چند ورقہ رسالہ کی قیمت جسے اس رسالہ کی قیمت نہیں بلکہ اس قیمتی اور نایاب ہنر کی ناچیز فیس خیال کرنی چاہیئے۔ صرف دس روپیہ رکھی ہے۔ جو سچ پوچھئے تو میری محنت و لاگت مذکورہ کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے۔ اگر کوئی نسخہ غلط نکلے تو رسالہ بھیجکر اپنا روپیہ واپس لینے کا آپکو حق حاصل ہے۔ ہر ایک نسخہ بالکل صاف درج کر دیا گیا ہے۔ جسکے سمجھنے اور بنانے میں انشاءاللہ ایک بچہ بھی غلطی نہیں کر سکتا۔ جو دوست آکر سیکھنا چاہیں۔ انکو علاوہ قیمت رسالہ کے تین روپیہ فی تجربہ الگ فیس علاوہ خرچ خوراک رہائش وغیرہ ادا کرنی پڑیگی

المشتہر

محمد صدیق احمدی منیجر کارخانہ صابون صدر بازار چھاونی لاہور

تصدیق

مولوی محمد صدیق صاحب کا کارخانہ صابون ہمارے بیڈ نگ روم کے نزدیک ہی ہے۔ جہاں اکثر دفعہ جانیکا مجھے اتفاق ہوا ہے میں مختلف اقسام کے صابون دیکھنے سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ ان کو فن صابون سازی میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے اس فن کو باقاعدہ علم صابون سازی کے ماتحت اور محنت شاقہ سے سیکھا ہے اور یہ کافی عرصہ کی عرق ریزیوں اور تجربہ کاریوں کا نتیجہ ہے۔ خواہ کسی قسم کا صابون اور کسی مقدار میں بنانا شروع کریں۔ کیا مجال ہے کہ خفیف سا نقص بھی واقع ہو جائے۔ صفائی اور عمدگی کے لحاظ سے اچھے سے اچھے صابون بھی انکے صابون کا لگا نہیں کھا سکتے ہیں ان احباب کو جو انکا رسالہ صابون سازی خریدنا چاہیں۔ اور یہ فن سیکھنا چاہیں۔ یقین دلاتا ہوں۔ کہ وہ ہرگز اس میں دھوکہ نہیں کھائیں گے۔ اور قلیل رقم کے خرچ کرنیسے ایک اعلیٰ ہنر کے ماہر ہو سکتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

خاکسار

(ڈاکٹر) محمد رمضان خان احمدی اسسٹنٹ سرجن آئی۔ ایم۔ ڈی چھاونی لاہور

حب اٹھرا

(۱) جن عورتوں کے حمل گر جاتے ہیں۔ (۲) جن کے بچے پیدا ہو کر مر جاتے ہوں (۳) جن کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں (۴) جن کے گھر اسقاط کی عادت ہو گئی ہو۔ (۵) جن کے بانجھ پن کمزوری رحم سے ہو (۶) جن کے بچے کمزور بدصورت پیدا ہوتے ہوں۔ اور کمزور ہی رہتے ہوں۔ انکے لئے ان گولیوں کا استعمال اشد ضروری ہے۔ فی تولہ عہ۔ تین تولہ کیلئے محصولڈاک معاف۔ چھ تولہ تک خاص رعایت۔

سرمہ نور العین

اسکے اعلیٰ اجزاء موتی و ماميرا ہیں۔ اور یہ ان امراض کا مجرب علاج ہے۔ آنکھوں کی روشنی بڑھانے والا۔ دھند۔ غبار۔ جالا۔ ککرے خارش۔ ناخونہ۔ پھولا۔ ضعف چشم۔ پڑوال کا دشمن ہے۔ موتیا بند کو دفع کرتا ہے۔ آنکھوں کے بیسوار پانی کے روکنے میں بے مثل ہے۔ پلکوں کی سرخی اور موٹائی دور کرنے میں بے نظیر تحفہ ہے۔ گلی سڑی پلکوں کو تندرستی دینا۔ پلکوں کے گرے ہوئے بال از سر نو پیدا کرنا اور زیبائش دینا خدا کے فضل سے اس پر ختم ہے۔

قیمت فی شیشی دو روپیہ (عار)

مفرح عنبر بس زندگی

معدہ کے تمام نقصوں کو دور کرنے والی۔ مقوی دماغ۔ حافظ روشنی چشم۔ نسیان کی دشمن۔ جگر کو طاقت دینے والی۔ جوڑوں کے درد و نقرس کے درد۔ سینہ کو مضبوط بنانے والی۔ مقوی اعضاء رئیسہ۔ دوائی ہے۔ اس کا روزانہ استعمال صحت کا بیمہ ہے۔

قیمت فی ڈبیہ عہ

مقوی دانت منجن

منہ کی بدبو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہوں۔ دانت ہلتے ہوں۔ گوشت خورہ سے تنگ آ گئے ہوں۔ دانتوں سے خون آتا ہو۔ یا پیپ آتی ہو۔ دانتوں میں میل جمتی ہو اور زرد رنگ رہتے ہوں۔ اور منہ میں پانی آتا ہو۔ اس منجن کے استعمال سے یہ سب نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ اور منہ خوشبودار رہتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ ار

المشتہر

نظام جان اللہ عبداللہ جان معین الصحت قادیان

لاولد عورتوں مردوں کو خوشخبری

طب قدیم کی قابل فخر و تازہ ایجاد

دوائے خوش کیف

اگر آپکا کوئی عزیز یا ہمسایہ یا آپ خود لاولد ہیں۔ یا آپکی اہلیہ مرض عقر یعنی بانجھ پن میں مبتلا ہیں۔ اور آئندہ کوئی امید قیام نسل کی نہیں ہے یا صرف ایک دو بچے ہو کر یا لڑکیاں ہو کر سلسلہ تولد ختم ہو گیا ہو تو آج ہی اس دوا کو طلب کر کے فائدہ اٹھا لیجئے گا۔ جسکے ۲۱ یوم دو مرتبہ کے استعمال سے اگر ۶ ماہ کے اندر خوشی کے آثار نمایاں نہ ہوں تو کل قیمت مع خرچ ڈاک روپیہ خریدار کے واپس کر دو۔ بطور حفظ ماتقدم حالت حمل میں بچہ کی حفاظت کرتے ہوئے درد زہ کی تکلیف نہیں ہوتی۔ نیز کثرت ایام ماہواری میں بے حد مفید ہے (نوٹ) ۴۵ برس سے زیادہ عمر کی عورت کیلئے یہ دوا طلب نہ کی جائے۔ قیمت ے محصولڈاک ۶ ر

اکسیر ذیابیطس

جلد جلد پیشاب کا آنا پیاس کا زیادہ معلوم ہونا پیشاب میں شکر یا چربی کا خارج ہونا گھٹنے پنڈلیوں میں درد ہونا بدن کا تحلیل ہونا خشکی کا زیادہ رہنا وغیرہ اس دوا سے بالکل شکایتیں دور ہو کر اصلاح ہو جاتی ہے۔ اگر اس مرض عسر العلاج سے بچنا ہے تو اس دوا کو استعمال کیجئے۔ قیمت عہ محصولڈاک ۶ ر

ناظم مطب حکیم ظہیر الحسن ڈوری بازار متھرا۔

کانگڑہ ویلی ریلوے کی تعمیر

ہز ایکسیلنسی گورنر بہادر پنجاب نے افتتاحی رسم ادا فرمائی

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

مورخہ ۳ مئی ۱۹۲۶ء کو ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب نے پٹھانکوٹ میں رؤساء و شرفاء اور سرکاری حکام کے ایک عظیم الشان مجمع میں کانگڑہ ویلی ریلوے کی تعمیر کا افتتاح فرمایا نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ایجنٹ صاحب اور ہز ایکسیلنسی ممدوح کی تقاریر سے ظاہر ہے۔ کہ یہ کانگڑہ ریلوے صوبہ پنجاب کے ذرائع آمد و رفت میں ایک بیش بہا اضافہ کریگی۔ لفٹننٹ کرنل والٹن نے ہز ایکسیلنسی گورنر بہادر کو ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ تقریب ایک نئے باب کا افتتاح ہے جس میں پنجاب کے ریلوے نقشہ میں خالی جگہوں کو پُر کیا جائیگا تاکہ اس کی آبادی اور آبپاشی کی روز افزوں ضروریات پوری ہو سکیں۔ کانگڑہ ویلی ریلوے شاہدرہ۔ نارووال ریلوے اور نارووال امرتسر ریلوے کی مجموعی لمبائی دو سو میل ہے۔ اور سرہند روپڑ ریلوے اس میں چالیس میل کا اور اضافہ کرے گی۔ کانگڑہ ویلی ریلوے کی تجویز گورنمنٹ آف انڈیا اور پنجاب گورنمنٹ کے مشترکہ مفاد اور ذرائع کا نتیجہ ہے۔

پہلے پہل ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء میں ریلوے انجنیروں نے کلو اور کانگڑہ کی وادیوں کی پیمائش کی تھی لیکن ریلوے تعمیر اس لئے شروع نہ کی گئی کہ کافی پیمانہ پر سلسلہ آمد و رفت کی توقع نہ تھی۔ جب اُہل ہائیڈرو الیکٹرک سکیم مرتب کیگئی تو اس میں ایک ٹراموے کی بھی ضرورت تھی لہذا گورنمنٹ پنجاب اور ریلوے بورڈ میں ریلوے تعمیر کے لئے از سر نو خط و کتابت جاری کی گئی۔ اب ہائیڈرو الیکٹرک سکیم کے مقصد کے لئے لازمی ہے کہ شانن پاور ہاؤس تک ریلوے بہت جلدی تعمیر کی جائے۔ اور کوشش کی جارہی ہے کہ یہ سو میل کا فاصلہ دو سال کے اندر ختم ہو جائیگا۔ یہ ریلوے پٹھانکوٹ سے شروع ہو کر سڑک کے جنوبی طرف گریلی نالہ تک جائے گی اسکے بعد جوالی سے گلیر تک وہاں سے بن گنگا سے ہری پور کے قریب ہو کر رانی تال تک اس کے بعد دولت پور کے قریب جاکر دریا کے دائیں طرف کانگڑہ کے پاس سے گذریگی۔ وہاں سے پالم پور اور بیج ناتھ کے قریب تک جائے گی۔ لفٹننٹ کرنل والٹن نے آخر میں کہا کہ وادی کانگڑہ میں چائے میوہ چاول۔ سبزی بکثرت ہیں۔ وہاں مشہور تیرتھ بھی ہیں۔ اس ریلوے کے ذریعہ لاہور اور امرتسر کے لوگ موسم گرما میں زیادہ روپیہ خرچ کئے بغیر سرد اور خوشگوار آب و ہوا کا مزہ لُوٹ سکیں گے غرضیکہ یہ ریلوے ایک اہم ضرورت عامہ کو پورا کرے گی۔ اس کے بعد آپ نے ہز ایکسیلنسی ممدوح سے افتتاحی رسم ادا کرنے کی درخواست کی۔

ہز ایکسیلنسی گورنر بہادر کی تقریر

اسکے بعد ہز ایکسیلنسی جناب گورنر بہادر کرنل والٹن کے ہمراہ شامیانہ کے بالمقابل تشریف لے گئے۔ جہاں جناب ممدوح نے زمین کا پہلا ٹکڑا کاٹا۔ اس افتتاحی رسم کے بعد ہز ایکسیلنسی نے فرمایا۔ کہ یہ کہنا درست نہ ہوگا۔ کہ پنجاب دیگر صوبجات کے مقابلہ میں ریلوے ترقی کے اعتبار سے پس ماندہ ہے۔ کیونکہ جو ریلوے نظام اس کے شمال اور جنوب تک جاتا ہے۔ اس میں وقتاً فوقتاً آبپاشی کی توسیع کے ساتھ ہی اضافہ کیا گیا ہے۔ صوبہ پنجاب اس عظیم ریلوے نظام کے لئے کرنل والٹن اور ان کے عملہ کا ممنون احسان ہے۔ ہم چند سالوں سے اس کوشش میں تھے کہ ایک ضمنی ریلوے لائن بھی تیار ہو جائے۔ جو ایسے علاقہ میں سے گذرے جو اتنا وسیع بھی نہیں۔ اور متمول بھی نہیں۔ کہ کافی مسافر مہیا کر سکے۔ پھر یہ مسئلہ بھی ہمارے پیش نظر رہا کہ بعض ایسے کراس ریلوے سلسلے تعمیر کئے جائیں جو عوام کے لئے تو سہولیت اور آرام کا موجب ہیں۔ لیکن تجارتی نقطہ خیال سے محکمہ ریلوے نے انہیں پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھا۔ یہ مسئلہ ایک عرصہ تک حل نہ ہو سکا۔ اور اس کے ایک مرحلہ پر تو ہم نے صوبہ بھر میں ٹرامویز جاری کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن آخر کار ہمیں ان ریلوے لائنوں کے لئے گارنٹی دینا پڑی۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ کانگڑہ ویلی ریلوے شاہدرہ نارووال ریلوے مرکزی اور مقامی حکومتوں کی مشترکہ اولوالعزمی مظہر ہیں۔ نارووال امرتسر ریلوے کے ذریعہ سیالکوٹ دریائے راوی کو عبور کر کے امرتسر سے وابستہ ہو جائیگا۔ سرہند روپڑ ریلوے ریاست پٹیالہ کے ساتھ ایک دیرینہ قرارداد کے مطابق تعمیر کی جائے گی۔ اور وہ ایک ایسے رقبہ کو سلسلۂ آمد و رفت سے ملادیگی۔ جس کے لئے ہم مدت تک ریلوے لائن کی طالب رہے۔ لیکن یہ تمام ریلوے لائنیں ایک نئے دور کا آغاز ہیں۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے حکام کی شرکت عمل سے ہم صوبہ کے مختلف حصوں میں چھ پراجیکٹوں کے متعلق پیمائش کرا رہے ہیں۔

وادیٔ کانگڑہ میں ترقی کا نیا دور

ہز ایکسیلنسی نے فرمایا کہ یہ ریلوے خوشنما وادی کانگڑہ کو پنجاب کے لئے کھول دیگی اور اس سے دلفریب وادی کلّو قریب تر آجائے گی۔ کانگڑہ کے راجپوت ہماری فوجوں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ تاج برطانیہ کے ساتھ ان کی وفاداری بھی مشہور ہے۔ لیکن دنیاوی لحاظ سے وہ چنداں متمول نہیں۔ اب وہ صوبہ کی زندگی میں ایک نئی جگہ حاصل کرینگے۔ اس سال ہم ان کے لئے دھرم سالہ میں ایک انٹرمیڈیٹ کالج کھول رہے ہیں۔ منڈی ہائیڈرو الیکٹرک سکیم کے لئے یہ ریلوے لازمی ہے اس سکیم سے ایک لاکھ اٹھارہ ہزار کیلو ویٹ پاور پیدا ہوگی۔ غرضیکہ یہ ریلوے صوبہ کے نقطہ خیال سے دوگونہ اہمیت رکھتی ہے اس سے سلسلہ آمد و رفت میں بھی اضافہ ہوگا۔ اس وقت ۲۵ ہزار لمبی سڑکوں میں سے ہمارے پاس صرف تین ہزار لمبی سڑکیں پختہ ہیں۔ ہم صوبہ کو چھکڑے کی منزل سے آگے گذار کر موٹر کار کی منزل تک لانا چاہتے ہیں۔ یہ ریلوے منڈی سکیم سے متصل ہونے کے باعث صوبہ کی صنعتی نشو و ارتقا کا موجب ہوگی۔ اور نیز ہمارے عظیم زراعتی ذرائع کو زیادہ نفع آور بنانے میں ممد ثابت ہوگی۔

اقتباسات

ہندوؤں کے بزرگ اور تعدد ازدواج

رام چندر جی کے والد بزرگوار مہاراجہ دسرتھ کی تین بیویاں تھیں۔ کوشلیہ والدہ رام چندر جی سمترا والدہ لچھمن جی۔ کیکئی والدہ بھرت جی۔

پرمیشور کے خاص اوتار بھگوان سری کرشن جی مہاراج کی سینکڑوں تھیں تو کم از کم آٹھ بیویاں ضرور تھیں۔ سری کرشن جی کے والد واسدیو جی نے سات عورتوں سے ایک ہی وقت میں شادی کی۔

پانڈوں کے جد اعلیٰ راجہ پانڈو کی دو بیویاں تھیں۔ راجہ شنتن کی دو بیویاں تھیں۔ چھترا برج کی ... بیویاں تھیں۔ مہاتما بدھ جی کے پتا کی دو بیویاں تھیں۔ (تنور)

زمانہ حال کا ہندو مذہب

بھگے انڈیا کی تازہ اشاعت میں گاندھی جی عنوان بالا سے لکھتے ہیں۔ ایک نامہ نگار جو اپنے آپ کو سناتنی ہندو کہتا ہے لکھتا ہے کہ اسوقت کا ہندو مذہب عجیب و غریب متضاد باتیں پیش کرتا ہے یورپین مشنریوں اور سرکاری عہدہ داروں کے سوا کوئی اسکے مطالعہ کی پروا نہیں کرتا۔ جو لوگ بہت مذہبی مشہور ہیں وہ بھی ہر تفصیل میں دھرم شاستر پر عمل نہیں کرتے۔ ... اصول اور عمل کی کوئی قطعی جماعت موجود نہیں ہے جسکو سناتن کہا جا سکے اور جسکا احترام کیا جائے۔ اور جو اس حیثیت سے عمل کیا جائے۔ ہر ہندو نے اپنے رواج کو سناتنی رواج سمجھتا ہے۔ اس خط میں تصویر کا ایک ہی رُخ پیش کیا گیا۔ نامہ نگار نے جو شکایت کی ہے۔ وہ بلاوجہ نہیں ہو۔ لیکن ہندو مذہب ایک جاندار جسم ہے۔ اور ترقی و زوال کے ساتھ ساتھ قوانین فطرت کا تابع ہے۔ (ہمدم ۲۴ اپریل)

(ملک عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)